انسانی زندگی پر گناہ کے اثرات

افادات ابن قیم / اخذ و ترتیب: اطہر وقار عظیم

آخر وہ کیا چیز تھی جس نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو راحت، خوشی اور مسرت کے ابدی مقام جنت سے رنج و غم اور مصیبت کے گھر (یعنی دنیا) میں لاڈالا؟ آخر وہ کون سا قدم تھا جسے اُٹھانے کے بعد، ابلیس کو آسمانی بادشاہت سے نکال پھینکا گیا اور راندہ درگاہ اور لعنت و ملامت کے قابل بنادیا گیا۔ اس کے ظاہر و باطن کو مسخ کرڈالا گیا۔ وہ جنت میں تھا لیکن دہکتی ہوئی آگ اُس کا مقدر بنی۔ وہ جو تسبیح و تقدیس اور وحدانیت کے وظیفے کو حرزِ جاں بنائے ہوئے تھا، اب کفر و شرک، مکر و فریب، دروغ گوئی اور فحاشی اُس کی فطرت ثانیہ بنی۔

آخر کیا وجہ تھی کہ عاد کی قوم پر ایسی آندھی بھیجی گئی جس نے اس قوم کے ایک ایک قد آور اور بلند و بالا فرد کو کھجور کے لمبے تنے کی طرح مردہ اور بے حس و حرکت کرکے زمین پر ڈال دیا۔ ان کی آبادی، کھیت و کھلیان، چوپائے اور مویشی غرض ایک ایک چیز فنا کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ وہ کون سا جرم تھا جس کی پاداش میں ثمود کی قوم پر ایسی چیخ اور چنگھاڑ مسلط کی گئی جس کی تیز آواز نے ان کے دل، سینے اور پیٹ کو چیر کر رکھ دیا۔ اسی طرح وہ کیا غلیظ حرکات تھیں جن کے اصرار پر قوم لوطؑ کی بستیوں کو اتنا اُونچا اُٹھایا گیا کہ آسمان کی بلندی پر قدسیوں نے ان بستیوں کے کتوں کی آوازیں سنیں، پھر اُس بستی کو اُلٹ کر انھیں اندھا کر دیا گیا۔ آسمان سے ان پر پتھروں کی مسلسل بارش ہوتی رہی، اور ایک ایک متنفس ہلاک کر دیا گیا۔ وہ کون سی چیز تھی جس کی وجہ سے شعیب علیہ السلام کی قوم پر سائبان کی شکل میں بادلوں کا عذاب نازل کیا گیا۔ اَبر کی یہ چھتری جب ان کے اُوپر تن جاتی تو اس کے اندر سے آگ کے شعلے نمودار ہوتے اور دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش ہوتی۔ اسی طرح آخر وہ کیا چیز تھی جس نے فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں ڈبو دیا، جس نے قارون کو اس کے گھر بار اور اہل و عیال سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ آخر وہ کون سی چیز تھی جس کی پاداش میں بنی اسرائیل پر ان سے زیادہ سخت گیر قوموں کو مسلط کیا گیا۔ انھوں نے مردوں کو تہِ تیغ کیا، بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنایا، گھر بار کو آگ لگادی اور مال و دولت کو لوٹ لیا۔ آخر کیوں ان مجرم قوموں پر طرح طرح کی سزاؤں کو نافذ کیا گیا، کبھی وہ موت کے گھاٹ اُتارے گئے، کبھی قید و بند میں مبتلا ہوئے۔ ان کے گھر اُجاڑے گئے اور بستیاں ویران کی گئیں، کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط کیے گئے۔ کبھی ان کی صورتیں بندر اور سور کی بنادی گئیں۔ بے شک وہ چیز، وہ جرم، وہ غلیظ حرکات اور عمل صرف اور صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں اختیار کیے گئے گناہوں پر اصرار تھا۔ جس کے نتیجے میں ماضی میں لاتعداد افراد اور قوموں کو عبرت کا نشان بنادیا گیا۔

احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے اس قاعدے کی وضاحت کی گئی ہے۔ حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری اُمت میں گناہوں کی کثرت ہوگی تو اللہ ان پر اپنا ہمہ گیر عذاب مسلط کرے گا۔ میں (اُم سلمہؓ) نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ان دنوں ان کے اندر نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا تو ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ ہوگا؟ فرمایا: عام لوگوں کو جو مصیبت پہنچے گی وہ (لوگ بھی اس کا شکار ہوں گے۔ پھر انجامِ کار اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ان کا ٹھکانا ہوگی۔ (مسند احمد

حضرت حسن کی ایک مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اُمت اس وقت تک اللہ کے ہاتھ کے نیچے اور اس کے جوارِ رحمت میں ہو گی، جب تک اس اُمت کے امرا اپنے علما کی موافقت اور ان کی اعانت کریں گے۔ اُمت کے صالحین، فاسقوں اور فاجروں کو صالح اور نیک بنائیں گے اور اچھے لوگ، بُروں کی اہانت اور تذلیل نہیں کریں گے اور جب وہ غلط عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اُوپر سے اپنا ہاتھ اُٹھا لے گا۔ پھر ان کے اُوپر انھی میں سے سرکش لوگوں کو مسلط کرے گا، جو انھیں بدترین عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں فقر و فاقہ میں مبتلا کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی مہاجرین کی دس کی جماعت میں، میں دسواں آدمی تھا۔ (ہم بیٹھے تھے کہ) اتنے میں رسولؐ اللہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''پانچ قسم کی عادتوں سے میں اللہ کی پناہ اور حفاظت چاہتا ہوں، ایسا نہ ہو تم اس کا شکار ہو جاؤ:

۱۔ جو قوم کھلم کھلا بُرائی اور بے حیائی کرے گی، اللہ انھیں بھوک اور طاعون میں اس طرح مبتلا کرے گا کہ اس سے پہلے کبھی کوئی اس طرح مبتلا نہیں ہوا ہو گا۔

۲۔ اور جو ناپ تول میں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ انھیں قحط سالی، سخت محنت، مشقت اور ظالم بادشاہوں کے ظلم و ستم میں مبتلا کرے گا۔

۳۔ اور جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دے گی، اللہ تعالیٰ انھیں بارش کے قطروں سے محروم کر دے گا اور اگر ان کے مویشی نہ ہوتے تو پانی کی ایک بوند بھی ان پر نہ برستی۔

۴۔ جو قوم عہد شکنی کرے گی اللہ ان پر اجنبیوں کو مسلط کرے گا جو ان سے ایک ایک چیز چھین لیں گے۔

۵۔ اور جب کسی قوم کے حکمران اور امام، اللہ کی کتاب کے مطابق عمل نہیں کریں گے تو اللہ انھیں آپس میں سخت لڑائی اور جھگڑوں میں مبتلا کر دے گا۔ (ابن ماجہ))

اللہ کے نافرمان، فاجر اور بدکار لوگوں کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ وہ نیکی اور بدی کے نتائج کو یکساں ثابت کر دیں۔ اچھے اور بُرے افراد میں تفریق اور تمیز ختم کر دیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے، وہ گناہ گاروں اور نیکوکاروں کے بارے میں دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ نیک اور بد دونوں ایک جیسی زندگی گزارتے ہیں۔ اس لیے مرنے کے بعد بھی یکساں سلوک کے مستحق ٹھیریں گے، حالانکہ یہ غیر عقلی، غیر سائنسی دعویٰ محض ان کے بے بنیاد گمانوں پر مبنی ہے۔ کیونکہ اسلام کے مطابق معصیت اور گناہوں کے انسانی جسم اور روح پر نہایت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ گناہوں کا بُرا اثر انسانی دل اور جسم پر یکساں پڑتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کثرتِ گناہ کے نتیجے میں ہونے والے دنیا اور آخرت میں ہمہ گیر نقصانات کا اندازہ اللہ رب العزت کی ذات کے سوا کوئی اور نہیں لگا سکتا۔ یہاں قرآن و سنت کی فکر کی روشنی میں گناہ کے انسانی زندگی پر مضر اثرات بیان کیے جا رہے ہیں:

علم سے محرومی

علم اللہ کا نور اور اس کا دیا ہوا اُجالا ہے جسے اللہ سلیم الطبع قلب اور باضمیر روح میں اُتارتا ہے لیکن گناہوں سے یہ نور بجھ جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃاللہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے امام مالک رحمۃاللہ علیہ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا اور اُن کے درس میں شریک ہوئے تو آپ اُن کی ذہانت، ہوش مندی اور کمال سمجھ داری دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ نے امام شافعیؒ سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمھارے دل پر نور کی ضیا بار کرنیں اُتاری ہیں۔ دیکھنا! اس نور کے چراغ کو گناہوں کی آندھی سے بجھا نہ دینا۔

امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ ’’میں نے (اپنے استاد) وکیع سے اپنے خراب حافظے کی شکایت کی۔ انھوں نے نصیحت کی کہ معصیت اور گناہ کو چھوڑ دو۔ جان لو کہ علم اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے، اور اللہ کا فضل و کرم کسی نافرمان کو نہیں دیا جاتا‘‘۔

برکت میں کمی

گناہوں کے ارتکاب کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ کثرتِ گناہ سے برکت مٹ جاتی ہے۔ روزی، علم و معرفت، کردار اور اطاعت و بندگی کی برکتیں مٹتی جاتی ہیں۔ چنانچہ جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، اُس کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ اگر نیکی سے عمر بڑھتی ہے تو فسق و فجور اور گناہ سے اس کا اُلٹا اثر ہونا ناگزیر ہے۔ زندگی سے برکتیں ناپید ہو جاتی ہیں، اگرچہ علمائے کرام میں اس امر میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک زندگی کی برکتیں زائل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زندگی بے برکت اور بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ علما کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ کثرتِ گناہ سے زندگی کا دورانیہ کم ہو جاتا ہے اور روزی میں کمی آ جاتی ہے۔ اس کے برعکس پرہیزگاری اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اعراف ۷:۹۶) اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگار بن جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ

ایک برائی سے دوسری برائی جنم لیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد انسان اس کی گرفت سے نکلنے اور آزاد ہونے کے قابل نہیں ہو پاتا۔ ہر برائی کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اس کے بعد دوسری برائی بھی کرتا ہے، جب کہ نیکی کا صلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ گویا جب کوئی بندہ نیک کام کرتا ہے تو اس نیکی سے متصل دوسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کر، پھر تیسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا۔اس طرح یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ بندہ نیک بن جاتا ہے۔بعینہٖ یہی معاملہ برائیوں کے ساتھ بھی ہے۔ایک برائی کو چھپانے کے لیے دوسری برائی کا ارتکاب ہوتا ہے۔اس طرح برائیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اطاعت اور معصیت کی اپنی پختہ ہیئت، صورت، کیفیت اور صلاحیت ہوتی ہے۔اس لیے جو نیکی کرتا ہے اگر وہ نیکی کرنا چھوڑ دے تو اس کے دل میں تنگی اور درشتی پیدا ہوتی ہے۔اُسے زمین کشادہ ہونے کے باوجود تنگ دکھائی دینے لگتی ہے اور دلی طور پر اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کی حالت ماہیِ بے آب کی سی ہے جو اس وقت تک تڑپتی اور مضطرب رہتی ہے جب تک کہ لوٹ کر پھر پانی میں نہ چلی جائے۔اس کے برخلاف اگر عادی مجرم (گناہ گار) تائب ہو کر اطاعت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو دل میں عجیب سی گھٹن محسوس کرتا ہے۔اس کا سینہ جلتا ہے اور راستے بند نظر آتے ہیں اور یہ کیفیت اُس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک وہ لوٹ کر پھر بُرائی نہ کرے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر فاسق وفاجر لوگ گناہ بے لذت کے طور پر برائیوں کا ارتکاب کرتے چلے جاتے ہیں۔بعض اوقات ان کے دل میں بُرائی کے لیے کوئی خاص داعیہ اور طلب بھی نہیں ہوتی اس کے باوجود وہ بُرائی کرتے ہیں۔اس لیے کسی عربی شاعر نے کہا ہے:

وَکاس شربت علی لذۃٍ

وَاُخریٰ نداوت منھا بھا

(شراب کا ایک پیالہ تو میں نے لذت کے حصول کے لیے پیا (اس سے جو درد اُٹھا) اس کے علاج کے لیے دوا کے طور پر دوسرا پیالہ پیا)

گناہوں کو حقیر سمجھنا

کثرتِ گناہ سے انسان کے دل میں گناہ کا احساس باقی نہیں رہتا۔گناہ اس کی نظر میں حقیر اور معمولی ہو جاتا ہے۔یہ علامت حد درجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے۔کیونکہ بندے کی نظر میں گناہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اللہ کی نظر میں وہ بہت بڑا ہے۔بخاری میں ابن مسعودؓ سے یہ روایت مذکور ہے: ''مومن جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی اُونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے، اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ

آ گرے، اور فاسق وفاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے جیسے اس کے ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے (ہاتھ ہلانے) سے مکھی اُڑ کر چلی جاتی ہو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیر گناہوں سے بچتے رہو، کیونکہ یہ گناہ جب جمع ہو جاتے ہیں تو آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جیسے ایک قوم نے کسی چٹیل میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہو جاتا ہے۔ تب ایک شخص جا کر لکڑی لے آتا ہے، دوسرا جاتا ہے وہ بھی کہیں سے لکڑی لے آتا ہے، یہاں تک کہ ڈھیر ساری لکڑیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کا الاؤ بنتا ہے اور وہ لوگ اس کے اُوپر (کھانے کی چیزیں رکھ کر پکاتے ہیں۔(مسند احمد

وحشت اور گھبراہٹ کا احساس

گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ اَن دیکھے خوف، پریشانی اور گھبراہٹ سے دوچار رہتا ہے۔ یہ ڈر اور گھبراہٹ اسے اپنے اور اپنے رب کے درمیان اتنی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی لذت اور راحت نہ اسے مزا دیتی ہے اور نہ کسی قسم کا آرام پہنچانے دیتی ہے۔ اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس کے اندر ایمان کی رمق ہو، ورنہ جس کے دل پر مہر لگ جائے تو اسے کہاں احساس ہو گا؟ اس لیے دانا اور ہوش مند کے لیے پہلی فرصت میں یہی مناسب ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے۔

دلوں پر مہر

o گناہوں کی کثرت سے گنہگار کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اس کا شمار غافلوں میں ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ المطففین ۸۳:۱۴) "نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کا زنگ چڑھ گیا"۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ گناہوں کے سبب دل زنگ) آلود ہو جاتا ہے۔ گناہ گار جتنا زیادہ گناہ کرتا ہے، زنگ بھی اتنا بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پورا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد گناہ بکثرت کرنے سے گناہ فطرت ثانیہ بن جاتا ہے اور دل پر اللہ کی طرف سے مہر لگا دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں دل کے گرد غلاف اور پردہ کھنچ جاتا ہے۔ اس طرح جو ہدایت اور بصیرت اللہ کی طرف سے میسر ہوتی ہے وہ اس سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔

اللہ کے سامنے ذلت

گناہوں اور معصیت کے ارتکاب سے بندہ اپنے رب کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہے اور اُس کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ گناہ گاروں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انھوں نے ذلیل وخوار ہو کر اپنے رب کی نافرمانی کی اور اگر اپنی عزتِ نفس کا انھیں ذرا بھی احساس ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں گناہوں سے محفوظ رکھتا۔ جب بندہ از خود ذلیل وخوار ہو گا تو بھلا کون اس کا احترام کرے گا۔ وَمَنۡ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنۡ مُّکۡرِمٍ (الحج ۱۸:۲۲) ''اور جسے اللہ ذلیل وخوار کر دے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔''

قوتِ ارادی میں کمزوری

مسلسل گناہوں کے ارتکاب سے برائی کا ارادہ نمو پاتا ہے۔ پرہیز گاری پر مبنی زندگی گزارنے کا ارادہ آہستہ آہستہ مضمحل اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔ یوں ایک وقت ایسا آ جاتا ہے جب توبہ کا خیال یکسر دل سے نکل جاتا ہے۔ پھر دل میں مایوسی، اُداسی، سستی اور نیم مردنی کے گھر کر لینے کی وجہ سے بندگی کا حق ادا کرنے کا حوصلہ کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ ایسے حال میں توبہ واستغفار کی بھی جائے تو وہ بھی عموماً جھوٹ پر مبنی اور زبانی کلامی ہو گی، کیونکہ دل میں کثرتِ گناہ کی وجہ سے یہ خیال ہر وقت انگڑائیاں لے رہا ہوتا ہے کہ کوئی موقع ملے اور گناہ کر گزرے اور اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرے۔

رسول اللہؐ کی طرف سے لعنت

مسلسل گناہوں کے ارتکاب اور اصرار کی وجہ سے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ملعون ہو جاتا ہے، اور امکان بڑھ جاتا ہے کہ روزِ قیامت وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی محروم رہ جائے گا کیونکہ حضرت محمدؐ نے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے، اور جو گناہ جتنا بڑا ہو گا اس کا مرتکب اس کے وبال میں گرفتار ہو گا۔ احادیث سے ہمیں واضح ہوتا ہے کہ وہ عورت جو گودنے والی ہو، گدانے والی ہو، بال جوڑنے والی ہو، جڑوانے والی ہو، بال اکھیڑنے والی ہو، دانتوں کو باریک کرنے والی ہو، ان سب پر لعنت ہے۔ اسی طرح آپؐ نے سود کھانے والے پر، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے، اس کی گواہی دینے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ اسی طرح چور، شرابی، شراب کشید کرنے والے، نچوڑنے والے، اس کو بیچنے اور خریدنے والے پر لعنت بھیجی ہے، اور جس کی طرف پہنچائی جا رہی ہو اُس پر بھی لعنت ہے۔ اس طرح اپنے والدین پر جو کوئی لعنت بھیجے، اس کے اُوپر بھی لعنت ہے۔ کسی جان دار ذی روح کو باندھ کر اذیت پہنچانے کی غرض سے نشانہ بازی کرنے والے پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے۔ مخنث (ہیجڑا) بننے والے مردوں اور مردوں کا روپ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے۔ دین میں نئی بات یا بدعت ایجاد کرنے والے پر لعنت ہے۔ جان داروں کی تصویریں، اغلام بازی (ہم جنسیت) اور بیوی

سے دبر سے مجامعت کرنے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔اس کے علاوہ اندھے کو غلط راستے پر ڈالنے اور چوپائے سے جفتی کرنے والے پر لعنت ہے۔ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے اور بیوی کو خاوند یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔رشوت لینے والے، دینے والے اور اس کے لین دین میں درمیانی کردار ادا کرنے والے پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے۔

رسولؐ اور فرشتوں کی دعاؤں سے محرومی

گناہوں کا مرتکب اللہ کے رسولؐ اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ وہ مومن مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔اس طرح فرشتے بھی اُن مومنین کے حق میں دعائیں کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ان کی پیروی کے علاوہ کوئی اور راستہ صراطِ مستقیم کے طور پر موجود نہیں ہے۔

غیرت اور حمیت سے محرومی

گناہوں کے انسان کے حق میں مضر اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دل کے اندر سے غیرت اور حمیت کی حرارت بجھ جاتی ہے، جب کہ دل کی زندگی، سرگرمی اور پاکیزگی کے لیے غیرت کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ غیرت کی تپش اور سوزش سے ہی دل کا زنگ اور میل کچیل اُترتا ہے۔اس لیے وہ زیادہ اعلیٰ واشرف ہوتے ہیں جو عام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ غیرت مند ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ غیرت مند حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ان سے بھی زیادہ غیرت مند اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے: ''کیا تم سعدؓ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ ہمیں ان سے زیادہ غیرت ہے اور اللہ ہم سے بھی زیادہ باغیرت ہے''۔ صحیح حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ: اللہ سے بڑھ کر کسی کو غیرت نہیں ہو سکتی۔اس لیے اس نے ظاہر اور پوشیدہ تمام فحش کاریوں کو حرام قرار دے دیا ہے اور معافی اور معذرت جتنی اللہ کو پسند ہے کسی اور کو پسند نہیں۔اس لیے اس نے پیغمبروں کو بھیجا جو بشارت دیتے ہیں، ڈراتے ہیں، اور تعریف جتنی اللہ کو پسند ہے کسی اور کو پسند نہیں ہے اس لیے اُس نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے اُس غیرت کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو انسان کو قبائح سے کراہت اور نفرت دلاتی ہے۔اس کے ساتھ معافی کی پسندیدگی کو یکجا کیا ہے، جو کمالِ عدل، کمالِ رحمت اور کمالِ احسان کا مظہر ہے۔اور یہ سمجھایا گیا ہے کہ گناہوں سے جتنا زیادہ تعلق ہو گا اُتنی ہی آدمی کے دل سے غیرت نکلتی جائے گی اور وہ خود اپنے حق میں، اپنے گھر والوں اور عام لوگوں کے حق میں بے حس اور بے غیرت ہوتا جائے گا۔اس لیے جب غیرت کا مادہ مضمحل اور کمزور ہوتا ہے تو از خود یا کسی اور طرف سے اُسے کوئی بُرائی محسوس نہیں ہوتی۔جب کسی شخص کی حالت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو

اس کی ہلاکت میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔ اس لیے بیش تر گناہ گار بُرائی کو بُرائی نہیں سمجھتے۔ فحش کاری اور دوسروں پر مظالم کو اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ دوسروں کو اس کو اپنانے کے لیے رغبت دلاتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں۔

شرم وحیا سے محرومی

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ حیا کا مادہ ختم ہو جاتا ہے، حالانکہ دلوں کی زندگی کے لیے شرم وحیا کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ حیا ہر خیر اور بھلائی کا جز ہے۔ اس لیے صحیح حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''حیا سراپا خیر ہے۔ لوگوں کو پہلی نبوتوں کی جو باتیں معلوم ہو سکیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمھارے اندر شرم وحیا نہیں، تو جو چاہو کرو''۔ اس حدیث کی حضرت ابو عبیدہؓ نے شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''اس کا مطلب ہے جس کے اندر شرم وحیا کا مادہ ہو وہ برائیوں سے شرم وحیا کی وجہ سے بھی باز رہتا ہے''۔

خدا فراموشی، خود فراموشی

کثرتِ معصیت اور گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ معصیت یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو فراموش کر دے اور اسے شیطان کا آلۂ کار اور شکار ہونے کے لیے تنہا چھوڑ دے۔ اس لیے آدمی کے لیے خدا فراموشی اور خود فراموشی سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ ایسا تغافل جس میں وہ بارگاہ خداوندی سے یکسر اپنا حصہ بھی فراموش کر جائے اور جو کچھ اسے اللہ کی طرف سے عطا ہونے والا ہے اُس سے محروم کر دیا جائے، تو پھر اس سے بڑی بد قسمتی کیا ہو سکتی ہے! گناہ گار ان انمول نعمتوں کو غبن، دھوکا دہی اور معمولی مادی منفعت کے بدلے بیچ دیتا ہے۔ کسی عربی شاعر کا قول ہے:

من کل شی اذا فیعتہ عوض

وما من اللہ ان فیعتہ عوض

(گم کردہ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی عوض ہو سکتا ہے لیکن اگر تم اللہ کو گم کر دو گے تو اس کے عوض دوسرا نہیں پاؤ گے)

نعمتوں کا چھن جانا

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں گناہ گاروں سے چھین لی جاتی ہیں۔ آدمی سزا اور انتقام کی زد میں آجاتا ہے اور پھر اُس فرد یا قوم کو عذاب سے دوچار کر کے عبرت کا نشان بنا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ شوریٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝ (۴۲:۲۹) "تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے، اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی در گزر کر جاتا ہے"۔

یہ اس لیے کہ جو نعمت وہ کسی قوم کو عطا کرتا ہے اسے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنفُسِهِمْ (الرعد ۱۱:۱۳) "حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی"۔

کسی عرب شاعر نے خوب کہا ہے:

اذا کنت فی نعمۃ فارعھا

فان الذنوب تزیل النعم

(جب تو کسی نعمت میں ہو تو اس کی رعایت کر، اس لیے کہ گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتا ہے)

وحطھا بطاعۃ رب العباد

فرب العباد سریع النعیم

(بندوں کے پروردگار کی اطاعت کر کے اپنے گناہوں کو مٹا، کیونکہ پروردگار بہت جلد بدلہ دینے والا ہے)

انسانی بزرگی میں فرق

معصیت کا ارتکاب کر لینے کے بعد گناہ گار سے تعریف و توصیف اور روح کے سب نام چھین لیے جاتے ہیں اور ان پر بدنامی اور ظلم و زیادتی کا لیبل چڑھ جاتا ہے۔ اس کے نام سے صاحبِ ایمان، پارسا، نیکوکار، پرہیزگار، فرماں بردار، خاصۂ خدا، عابد و زاہد، صالح، توبہ کرنے والا، بار بار اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا، راضی برضا اور پاک باز جیسے القاب نکل جاتے ہیں۔ اس کے بجاے فاسق و فاجر، سرکش، بدکار، فسادی، خبیث، راندۂ درگاہ، زناکار، چور، جھوٹا، قاتل، خائن، اغلام بازی کرنے والا، قطع رحمی کرنے اور دھوکا دینے والے کے القاب اس کو دے دیے جاتے ہیں اور ظاہر ہے یہ سب گناہ کے نام

ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ (الحجرات ۴۹:۱۱) ”ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری عادت ہے“۔ اس میں شک نہیں کہ گناہوں کے ان ناموں کو اپنانے سے مالکِ حقیقی کا غضب بھڑک اُٹھتا ہے، جس کے نتیجے میں جہنم کا گڑھا گناہ گاروں کا ٹھکانا ہوتا ہے۔ جہاں ذلت ورسوائی اس کا مقدر بنتی ہے۔

حکمت اور دانش سے محرومی

گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ بھی ملتی ہے کہ اس کی وجہ سے فرد صحیح حکمت اور حقیقی دانش سے محروم ہو جاتا ہے اور اپنی بنیادی ضرورتوں میں، اور ترجیحات میں توازن کو کھو دیتا ہے حالانکہ دنیا اور آخرت میں کس چیز سے نفع ہو سکتا ہے اور کس چیز سے نقصان، اس سے واقفیت کی ضرورت ہر کسی کو ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام میں سب سے زیادہ ہوش مند وہ ہوتا ہے جسے اپنے نفس اور قوتِ ارادی پر کامل کنٹرول ہوتا ہے۔ وہ مفید کاموں سے منسلک اور مضر کاموں سے بچتا ہے۔ اگرچہ بلند حوصلگی، مقام ہمت اور مرتبے کے لحاظ سے مختلف لوگوں میں فرق موجود ہوتا ہے۔ لیکن ہوش مند اور ماہر اُسے ہی سمجھا جاتا ہے جو نیک بختی اور بد بختی کی درمیانی صورتوں کو سمجھتا ہے اور ان کے اثرات سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر معصیت کا ارتکاب ہو تو انسان کی طرف سے اللہ کی نعمت کی بے قدری اور خیانت سمجھی جائے گی، چنانچہ گناہوں کی بہتات سے انسان کمال، عمل اور آگاہی کے عمل کو روک دیا جاتا ہے جس میں دنیا اور آخرت کا مفاد مضمر ہے۔ اس حالت میں، اس کے بعد اس کا دل، اس کی خواہشات، اس کے اعضاو جوارح سب اس کو دھوکا دیتے ہیں اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو شمشیر بکف ہو، لیکن اس کی تلوار کی دھار کند ہو یا نیام میں بُری طرح پھنس کر رہ گئی ہو۔ جب بھی اس کو نکالنے کی کوشش کرتا ہو تو اس میں اُلجھ کر رہ جاتا ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت حال میں دشمن بڑھ کر اس پر حملہ کر دے گا اور اس کا کام تمام کر دے گا۔ اس طرح دل پر جب گناہوں کی کثرت کی وجہ سے داغ ہوں تو دل بھی زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس حال میں اگر دشمن اس پر حملہ کر دے، تو اس کا منہ توڑ جواب دینے کی اس کے اندر سکت نہیں رہتی۔

اس سے زیادہ بدترین تلخ اور بھیانک حقیقت یہ ہے کہ جب اس کا آخری وقت آتا ہے اور مالکِ حقیقی سے ملاقات ناگزیر ہو جاتی ہے، تو اس گھڑی، اس کی زبان اور دل ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور مرتے ہوئے کلمۂ شہادت نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ بسترِ مرگ پر ایڑیاں رگڑنے والے بہتوں کو لوگوں نے دیکھا ہے کہ آس پاس بیٹھنے والوں نے جب انھیں کلمے کی تلقین کرنی چاہی اور لا الٰہ الا اللہ پڑھانا چاہا تو وہ پہلا کلمہ نہیں پڑھ پاتے۔ پس کوئی شخص خاتمہ بالخیر کی آرزو نہیں کر سکتا جس کا دل پراگندا ہو، جو اللہ سے کوسوں دُور جا پڑا ہو، اور اُس کی یاد سے غافل ہو، خواہشاتِ نفس کا غلام ہو، شہوت کے ہاتھوں بے بس ہو۔ اللہ کی یاد آئے تو اس کی زبان کانٹا بن جائے اور عبادت اور بندگی کا وقت آئے تو ہاتھ پاؤں ٹھٹھر کر اس کے قابو میں نہ رہیں۔

پس گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس سے بچنا اور دُور رہنا سب کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کو اختیار کرنا ہی تقویٰ ہے۔ نیز گناہ اور معصیت حد درجہ مضر چیز ہے، البتہ مضر اور بُرے اثرات کے درجے الگ الگ ہیں۔ یوں بھی دنیا اور آخرت میں پھیلی ہوئی ہر بُرائی اور بگاڑ کی تہہ میں گناہ اور معصیت کے بُرے اثرات ہی کارفرما ہوتے ہیں۔ (ماخوذ: الفوائد، ابن قیم

ترجمان القرآن: نومبر 2013ء